تحقیق وتنقید

ہندوستان میں بخاری شریف کی عربی شرحیں

ڈاکٹر سید عبدالباری

ہندوستان میں علوم اسلامیہ کی افہام وتفہیم اور ترویج واشاعت کے سلسلے میں ہندی علمار کی عربی زبان میں تصنیفی وتالیفی کاوشوں کا جائزہ لیجئے تو اوائل عہد اسلامی سے ہی ایک بڑے اور وقیع سرمایہ کا پتہ چلتا ہے۔

علم حدیث اور خصوصیت سے شروحِ حدیث کے سلسلے میں بھی یہاں قابل قدر اضافے ہوئے ہیں۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ علم حدیث کو ہندوستان میں فروغ و پذیرائی کے مواقع، دیگر علومِ درسیہ واسلامیہ کے مقابلے میں دیر سے فراہم ہوئے۔ منطق، فلسفہ، علم کلام، فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم و ترویج کا چلن عام رہا۔ عہد مغلیہ سے پہلے علم حدیث کا، چند احادیث کے مجموعوں کو چھوڑ کر کماحقہ رواج نہیں تھا اس فن میں تصنیف کا سلسلہ تو دیگر علوم اسلامیہ کی مناسبت سے گویا نہیں کے برابر تھا۔

ہندوستان میں علم حدیث کے فروغ کا حقیقی زمانہ نویں صدی ہجری کے اواخر اور دسویں صدی ہجری کے آغاز کا ہے۔ یہ وہی وقت ہے جب مکہ معظمہ میں خصوصیت سے حافظ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی اور شیخ ابن حجر مکیؒ نے درسِ حدیث کے سلسلہ کو آگے بڑھایا۔ ان ائمہ حدیث سے فیضیاب ہوکر ہندوستانی علمار وطن لوٹے اور حدیث کے درس وتدریس اور تالیف کے کام کی ابتدا رکی۔

ان مکی علمائے حدیث کے اثرات کا فیضان شروع میں گجرات کے علاقے میں زیادہ رہا پھر شمالی ہند کی طرف منتقل ہوا۔ شمالی ہند کے اس خطے میں حافظ سخاوی کے شاگرد سید رفیع الدین صفوی شیرازی (۹۹۷ھ) اور پھر ان کے تلمیذ ابوالفتح تھانیسری کی خدمات

سے علم حدیث کا فروغ ہوا۔

چنانچہ گمان غالب یہ ہے کہ ابوالفتح تھانیسری پہلے ہندوستانی ہیں جو محدث کے لقب سے یاد کیے گئے۔[۱]

جہاں تک بخاری شریف اور اس کی شرحوں کا تعلق ہے علامہ ابن خلدون کے قول کے مطابق صحیح بخاری حدیث کی کتابوں میں سب سے بلند پایہ ہے اس لیے اہل علم اس کی شرح کو سخت مشکل بات خیال کرتے ہیں اور اس کے مقاصد تک پہنچنا بہت دشوار سمجھتے ہیں میں نے اپنے اکثر اساتذہ اور شیوخ کو فرماتے سنا کہ صحیح بخاری کی شرح لکھنے کا فرض امت پر اب تک باقی ہے۔ علمائے اسلام میں سے کسی نے اس ایسی شرح نہیں لکھی جس سے امت کا یہ فرض ادا ہو گو شروح بہت ہو چکیں لیکن وہ نکات فقہ جو امام بخاری نے تراجم ابواب میں ودیعت رکھے ہیں وہ علمی خزائن اور حدیث اور تاریخ کے فن کے دقائق جو انھوں نے ایک ہی حدیث کے تکرار، تعلیق، موقوف، موصول لانے میں رکھتے ہیں کسی نے ان کا استیعاب نہیں کیا۔[۲]

ابن خلدون نے جس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے اس کا عمومی اعتراف علماء کے ہاں بھی ملتا ہے۔ چنانچہ یہ کہا جاتا ہے کہ فقہ بخاری ان کے تراجم ابواب میں پنہاں ہے۔ مقدمہ ابن خلدون کی تصنیف یعنی ۷۸۹ھ کے بعد جب علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کی بخاری شریف کی شرحیں منظر عام پر آئیں اور انھیں شہرت دوام حاصل ہوا تو صاحب کشف الظنون نے کہا کہ بخاری شریف کی جس شرح کا قرض امت پر واجب تھا ادا ہو گیا۔[۳] لیکن حق بین نگاہوں سے دیکھا جائے تو حتمی طور پر یہ کہنا بہت ہی مشکل ہے کہ بات کا واجب الادا قرض ادا ہو گیا۔

دنیا میں بخاری شریف کے عربی شروح کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ یقیناً ان میں سے دو کو عالم اسلام میں سب سے زیادہ شہرت ملی اور دوام نصیب ہوا۔ ایک شافعی المسلک عالم ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) کی "فتح الباری" اور دوسری حنفی المسلک عالم بدرالدین ابن احمد عینی (۸۵۵ھ)

---

[۱] ہندوستان میں علم حدیث: سید سلیمان ندوی، مقالات سلیمان، حصہ دوم، صفحہ ۱۱، اعظم گڑھ۔ ۱۹۶۸ء

[۲] سیرۃ البخاری: مولانا عبدالسلام، جلد دوم، ص ۲۲ - ۲۱، ۳۵ - ۳۴

[۳] مقالات سلیمانی: سید سلیمان ندوی، جلد دوم، ص ۱۳، اعظم گڑھ ۱۹۶۸ء

کی "عمدۃ القاری" ہندوستان میں خصوصیت سے انھیں دو شرحوں کے استفادے کی راہ ہموار کی گئی۔

ہندوستان میں صحیح بخاری کی عربی شرحوں کے تعلق سے غور کیجئے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان لکھنے والوں میں جو حدیث کے مذکورہ بالا مکّی مکتبہ فکر سے مستفیض ہوئے تھے سید عبدالاول بن علا حسینی (۱۵۶۰ء) کا نام سب سے پہلے آتا ہے۔ جنھوں نے "فیض الباری فی شرح صحیح البخاری" لکھی۔ لیکن اس مذکورہ مکتبہ فکر سے ہٹ کر اور ان سے پہلے بھی عربی کی دو تین شرحیں لکھی جا چکی تھیں۔ ایک علامہ صاغانی (۱۲۲۵ء) کی "شرح صحیح البخاری" اور دوسری ابو حفص سراج الدین عمر بن اسحاق غزنوی دولت آبادی کی "توضیح شرح صحیح البخاری" سید عبدالاول حسینی کی "فیض الباری" کے بعد ہندوستان میں درج ذیل عربی شرحوں کا پتہ چلتا ہے۔[1]

(۱) شیخ یعقوب بن حسن سرفی کشمیری کی "شرح صحیح البخاری" (۱۵۰۲ء)
(۲) شیخ عثمان بن عیسیٰ بن ابراہیم صدیقی "غایۃ التوضیح لجامع الصحیح" سندی برہان پوری (۱۶۰۰ء)
(۳) سید جعفر بن محمد بدر عالم گجرات (۱۶۱۴ء) : الفیض الطاری فی شرح البخاری۔
(۴) شیخ طاہر بن یوسف سندی (۱۰۰۴م) : شرح البخاری۔
(۵) محی الدین عبدالقادر العیدروسی احمد آبادی : المنح الباری بختم البخاری (۱۰۳۷م)
(۶) شیخ یعقوب بن یوسف البنّانی لاہوری : الجند الجاری فی شرح صحیح البخاری (۱۶۸۷ء)
(۷) خواجہ اعظم سیف الدین سرہندی (۱۷۰۲ء) : فیض الباری شرح صحیح البخاری۔
(۸) ابوالحسن بن عبدالہادی السندی : حاشیہ علی البخاری (۱۷۲۵ء)
(۹) شاہ ولی اللہ دہلی (۱۱۷۶م) : شرح تراجم ابواب البخاری۔
(۱۰) نورالدین احمد گجراتی : نورالقاری شرح صحیح البخاری (۱۷۴۹ء)
(۱۱) غلام علی آزاد بلگرامی (۱۷۸۵ء) : ضوء الدراری شرح صحیح البخاری۔

ایک اہم نکتہ یہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ ہندوستان میں شروح نویسی کو جس چیز نے حقیقی معنوں میں فروغ دیا ہے وہ درس حدیث کے سلسلوں کا دراز ہونا ہے۔ شمالی ہندوستان میں ملّا مخدوم الملک اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲م) اور دکھنی ہندوستان

(i) INDIA'S CONTRIBUTION TO HADITH LITERATURE: MOHD. ISHAQUE
(ii) THE CONTRIBUTION OF INDIA-PAKISTAN TO ARABIC LITERATURE DR. Z. AHMAD, P. 293, LAHORE. 1968

میں عہد اکبری کے مشہور عالم علامہ طاہر پٹنی کے درس حدیث سے پہلی دفعہ ہندوستان میں باضابطہ درس حدیث کے سلسلوں کا سراغ ملتا ہے علم حدیث کے فروغ میں درسیات کے ان سلسلوں نے یقیناً اہم رول ادا کیا ہے۔ بخاری شریف بھی ہندوستانی درسیات کے نصاب میں داخل کی گئی۔ ہندوستان میں پہلی دفعہ بخاری شریف کے داخل درس ہونے کا پتہ ملا علی قاری (۱۰۱۱ھ) کے معاصر مولانا محمد لاہوری، مفتی لاہور کے درس حدیث سے چلتا ہے[۱]

ہندوستان میں فروغ حدیث اور درس حدیث کے سلسلے میں کی جانے والی جملہ کوششوں کے باوجود حدیث کی قدردانی اور رواج کا یہ حال تھا کہ شیخ محدث دہلوی کے تقریباً سوڈیڑھ سو سال بعد بھی حدیث کے ایک مشہور عالم اور شائق روح الامین خاں بلگرامی کو جو خود بھی بخاری شریف پر حاشیہ لکھنے والوں میں شمار ہوتے ہیں دہلی اور نواح دہلی میں مسلسل دو سال کی تلاش و جستجو کے بعد صحیح مسلم کا ایک نسخہ مل سکا۔ اسی طرح صحیح بخاری کے ایک قدیم نسخہ کے ابراہیم عادل شاہ کے شاہی کتب خانے میں موجود ہونے کا ۱۶۰۰ء میں علم ہوتا ہے[۲] لیکن اس زمانہ میں شاہی کتب خانوں میں بھی معدودے چند کے علاوہ حدیث کی ان اہم کتابوں کا عوام میں اور علماء کے درمیان پایا جانا اور داخل درس ہونا گویا نہیں کے برابر تھا۔

سچ بات تو یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۷۶۲ء) کی "شرح تراجم ابواب البخاری" سے ہندوستان میں شروح نویسی کے ترقی کا ایک نیا باب کھلا اور فہم حدیث کے لیے نئے نئے گوشوں سے واقفیت کی صورت پیدا ہوئی۔ علمائے قدیم میں سے بعض نے تقریباً ۴۰۰ ایسے تراجم ابواب بخاری چنے ہیں جنھیں مفہوم کے اعتبار سے دقت طلب سمجھا گیا ہے، شاہ ولی اللہ دہلوی نے اس شرح میں ۴۰۰ سے زیادہ تراجم سے بحث کی ہے یقیناً استنباط مسائل فقہیہ اور استخراج نکات میں شاہ صاحب کی کوششوں سے بڑی آسانیاں پیدا ہوئیں۔ مزید برآں، علم حدیث سے ان کا غیر معمولی لگاؤ اور اس کے ترویج میں ان کی ان تھک مساعی نے فروغ حدیث کی ہندوستان میں ایک تحریک پیدا کر دی جسے ولی اللہی

---

[۱] مقالات سلیمان جلد ۲ ص ۲۲

[۲] مقالات شروانی: مولانا عبید الرحمن خاں شروانی ص ۲۵۹، ۲۰۹ مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۴۶ء

تحریک کہا جا سکتا ہے۔
اس ضمن میں شاہ ولی اللہ کے گھرانے میں شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ان کے رشتہ داروں، اعزہ و تلامذہ کے ذریعہ علم حدیث اور اس فن میں کی جانے والی تصنیفی و تالیفی کارکردگیوں کو سب سے زیادہ فروغ حاصل ہوا۔

ہندوستان میں ۱۹ ویں صدی عیسوی اور خصوصیت سے ۱۹ ویں صدی کے وسط سے موجودہ دور تک فن حدیث میں بخاری شریف کی شروح نویسی کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ اس میدان میں تقریباً ساری کوششوں کے تانے بانے شاہ عبدالعزیز اور ان کے تلامذہ کے سلسلۂ حدیث سے ہی جڑے ہوئے ہیں۔ اس خانوادے میں شارحین حدیث نے دو باتیں خاص طور پر مدنظر رکھیں۔
(۱) فقہی مسائل و نکات کی تشریح و تفہیم اور (۲) دین کے روحانی اقدار کو تزکیہ نفس کے ذریعہ جلا بخشا۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی کے سلسلۂ حدیث سے دو شاخیں نکلتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ایک کا تعلق شاہ محمد اسحاق دہلوی سے ہے اور دوسری کا شاہ عبدالغنی مجددی سے۔ ان دونوں نے دو مکاتب فکر کی شکل اختیار کرلی۔ ایک کا تعلق حنفی مکتبہ فکر سے ہے اور دوسری کا اہل حدیث مکتبہ فکر سے۔ شاہ عبدالغنی مجددی کے سلسلۂ حدیث میں ہمیں جتنے بھی شارحین ملتے ہیں ان کا تعلق دراصل دیوبند کے حنفی مکتبۂ فکر سے ہے۔ دیوبند کے اس حلقے سے متعلق پہلا نام مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (۱۹۰۵ء) کا آتا ہے۔ انھیں کے تلامذہ میں ایک طرف مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی اور ان کے صاحب زادے مولانا محمد زکریا کاندھلوی ہیں اور دوسری طرف مولانا انور شاہ کشمیری اور ان کے تلامذہ میں مولانا ادریس کاندھلوی اور سید فخر الدین احمد ہیں۔ ان کے علاوہ مولانا رشید احمد گنگوہی کے تیسرے اہم شاگرد مولانا محمود الحسن کے تلامذہ میں مولانا عبدالعزیز حنفی کا نام بھی بیسویں صدی کے شارحین بخاری میں لیا جاتا ہے۔

مولانا شاہ اسحٰق دہلوی کے سلسلۂ حدیث میں ایک طرف تو ان کے شاگرد مولانا احمد علی سہارنپوری حنفی فقہ کی نمائندگی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف ان کے دوسرے شاگرد مولانا نذیر حسین عرف میاں صاحب دہلوی اور ان کے تلمیذ مولانا صدیق حسن خاں صاحب کا نام بھی ہندوستانی شارحین حدیث کی صف میں بہت ہی نمایاں

حیثیت کا حامل ہے۔ جو طبقہ اہل حدیث کی نیابت فرض انجام دیتے ہیں۔

۱۹ ویں صدی سے عہد حاضر تک کی ہندوستانی شرحوں کا جائزہ لیا جائے تو ان شروح کی بھی دو حیثیتیں نظر آتی ہیں۔ (۱) تقاریر کی شکل میں درس حدیث کے دوران محدثین کی تشریحات اور نکات پر مشتمل شرح حدیث کے کتابی مجموعے (۲) مستقل بالذات شرحیں بحیثیت مجموعی ہمیں درج ذیل عربی شرحوں کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) لامع الدراری علی جامع البخاری

یہ شیخ رشید احمد گنگوہی (۱۳۲۳ھ) کے افادات پر مشتمل ہے۔ آپ کو درس حدیث سے خاص شغف تھا۔ تیسری مرتبہ جب آپ حج کے فریضہ کی ادائیگی کے بعد وطن واپس ہوئے تو خصوصیت کے ساتھ صحاح ستہ کا درس دینا شروع کیا۔ اثنائے درس میں یہاں کی گئی تنقیدی آرا اور ضروری باتیں ان کے شاگرد خاص مولانا محمد یحییٰ بن اسمٰعیل کاندھلوی نے ۱۲۷۵ھ قلم بند کر لی تھیں۔ عمدہ تعلیقات اور ایک طویل و وقیع مقدمے کے ساتھ مولانا محمد یحییٰ کے لائق فرزند مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے "لامع الدراری" کے نام سے تین جلدوں میں شائع کر دیا۔ فصل اول میں امام بخاری کی زندگی کے حالات ہیں اور تقریباً دیگر ۶ فصلوں میں شرح حدیث سے متعلق اہم نکات ہیں۔ الجمعیۃ پریس دہلی سے یہ کتاب ۱۳۷۹ھ میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۳۸۲ اور ۱۳۸۹ھ میں پھر اس کی طباعت عمل میں آئی ہے۔

ہندوستانی شروح حدیث کے ضمن میں "تقاریر" کا سلسلہ شیخ گنگوہی کے خطبۂ درس سے ہی شروع ہوتا ہے۔ شیخ گنگوہی کے افادات کو مسودات کی شکل میں جمع کرنے والوں میں شیخ محمد یحییٰ کے علاوہ بعض دیگر علماء کے نام بھی لیے جاتے ہیں۔

(۱) مولانا ماجد علی، صدر مدرس جامعہ کلکتہ۔

(۲) مولانا رضی الحسن کاندھلوی، جن کا مسودہ "تقریر الجنجوہی" کے نام سے طبع ہوا۔

(۳) مولانا محمد حسن شاہ پشاوری مہاجر مکی، جن کے مسودہ سے شیخ محمد زکریا نے "لامع الدراری" میں بہت زیادہ مدد لی ہے۔

بخاری شریف سے متعلق شیخ حسین احمد مدنی کے افادات بھی مولوی کفیل احمد کیرانوی مدرس، دیوبند نے جمع کیے تھے۔ اسی طرح شیخ خلیل احمد سہارنپوری کے افادات کا

غیر مطبوعہ مسودہ، ان کے بعض تلامذہ نے جمع کیا تھا جو مظاہر العلوم میں موجود ہے۔

(۲) الابواب والتراجم للبخاری

اس نام سے شیخ محمد زکریا کاندھلوی کی تصنیف دیوبند سے شائع ہوئی ہے۔

(۳) تشکیل اسانید البخاری

مولانا فاروق احمد حنفی سہارنپوری نے اس کتاب میں جامع الصحیح کے کل اسانید طریق جداول ہر آسان طریقے سے جمع کر دیے ہیں۔ آپ کے والد مولانا صدیق احمد شیخ احمد گنگوہی کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔ آپ پاکستان میں جامعہ عباسیہ بھاول پور میں شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہے تھے آپ کا انتقال ۱۳۷۲ھ میں ہوا۔

ان اسانید بخاری کی ترتیب آپ نے فرمودات شیخ رشید احمد گنگوہی، شیخ نانوتوی شیخ خلیل احمد، مولانا اشرف علی تھانوی، اور شیخ انور شاہ کشمیری پر رکھی تھی۔ عبارت کی سلاست وشگفتگی سے ادبی ذوق کا پتہ چلتا ہے۔

(۴) فیض الباری علی صحیح البخاری

شیخ انور شاہ کشمیری دیوبندی (۱۳۵۲ھ) کے بخاری شریف سے متعلق درسی خطبات آپ کے شاگرد مولانا بدر عالم میرٹھی نے فصیح وبلیغ عربی میں جمع کیا ہے۔ کتاب چار جلدوں میں ہے۔ ابتدا میں مولانا یوسف بنوری اور مولانا بدر عالم میرٹھی کے قلم سے تقریبًا ۸ صفحات پر مشتمل ایک وقیع اور مبسوط مقدمہ ہے۔

پہلی جلد میں ۴۱۲ صفحات ہیں اور مطبع حجازی قاہرہ سے شائع ہوئی۔ دوسری جلد میں ۴۹۵ صفحات ہیں اور وہ بھی مطبع حجازی قاہرہ سے ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی۔ تیسری جلد میں ۴۷۸ صفحات ہیں۔ یہ مطبع دار المامون قاہرہ سے شائع ہوئی۔ چوتھی جلد میں ۵۴۴ صفحات ہیں یہ بھی دار المامون قاہرہ سے ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی۔ علامہ انور شاہ کی شرح بخاری کا اردو ترجمہ "انوار الباری" کے نام سے ۱۳ مکمل جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ چار جلدیں انور شاہ کی فضیلت اور علمی بصیرت کی بہترین مظہر ہیں۔ آپ نے بعض ان

ادق مسائل پر روشنی ڈالی ہے جہاں ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی جیسے فضلاء کا قلم بھی خاموش ہے۔

(۵) القول الصحیح فیما سبق بفضد ابواب الصحیح

مولانا سید فخر الدین احمد تلمیذ علامہ انور شاہ نے درس بخاری سے متعلق افادیت انور شاہ اور تحقیقات مولانا محمود الحسن کو جمع کر دیا ہے آپ دیوبند اور جامعہ قاسمیہ مراد آباد میں شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہے ہیں۔

(۶) التعلیقات علی البخاری

مولانا نذیر حسین عرف میاں صاحب محدث دہلوی (   ) نے بخاری شریف کے اپنے ایک قدیم نسخے پر بے شمار حواشی لکھ رہے تھے افسوس کہ یہ نسخہ غائب ہو گیا البتہ مولانا احمد علی حنفی سہارنپوری (۱۲۹۷ھ) نے اسی نسخے کو سامنے رکھ کر صحت طبع کے ساتھ صحیح بخاری کو مع اپنی تعلیقات کے شائع کرایا انھوں نے میاں صاحب دہلوی کے حواشی سے بھی خاصا استفادہ کیا ہے۔[۱]

(۷) عون الباری لحل ادلۃ البخاری

اس نام سے مولانا صدیق حسن خاں متوفی (۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء) نے علامہ زین العابدین احمد بن احمد بن عبد اللطیف الزبیدی (۸۹۱ھ) کی التجرید الصحیح لاحادیث جامع الصحیح کی عربی میں شرح پیش کی ہے۔[۲]

نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی اس شرح کی تالیف کا سبب علامہ زبیدی کی "تجرید" کی شہرت و مقبولیت کو بتایا ہے۔ "عون الباری" سے پہلے "شرح تجرید الصحیح" کے نام سے شیخ شرقاوی اور شیخ نمرتی نے بھی اسی کی شرحیں پیش کی تھیں جس کا تذکرہ خود نواب صاحب نے کیا ہے۔ عون الباری ۱۲۹۷ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ یہ "نیل الاوطار" للشوکانی کی آٹھ جلدوں میں حاشیہ پر چھپی ہے۔ شرح کے علاوہ ایک دیباچہ اور حاشیہ کے ۳۶ صفحات پر

---

[۱] مقدمہ لامع الدراری: مولانا محمد زکریا کاندھلوی ص۱۴۹ [۲] نزہۃ الخواطر۔ مولانا عبد الحی ج ۸ ص۱۴۴

مشتمل ایک مقدمہ ہے۔

مختلف مباحث کے علاوہ صحاح ستہ میں بخاری شریف کی اہمیت پر ایک اچھی بحث بھی ملتی ہے۔ پہلی بار یہ کتاب بولاق سے ۱۲۹۶ھ میں چھپی تھی اس کے علاوہ یہ کتاب چار جلدوں میں بھوپال سے مطبع شاہجہانی سے بھی ۱۲۹۹ھ تا ۱۳۰۶ھ میں چھپی ہے۔

(۸) الحطۃ بذکر الصحاح الستہ

یہ نواب صدیق حسن خاں صاحب کی فن حدیث میں ۱۴۸ صفحات پر مشتمل ایک دوسری اہم کتاب ہے دراصل یہ مقدمہ تحفۃ الاحوذی کے طرز پر صحاح ستہ کا گویا ایک مقدمہ ہے کتاب میں ایک مقدمہ اور پانچ ابواب ہیں چوتھا اور پانچواں باب اس حیثیت سے اہم ہو جاتا ہے کہ اس میں صحیح بخاری کے ساتھ دیگر سات اہم کتب حدیث کا جائزہ لیا گیا ہے اور ان ائمہ حدیث کے حالات و کارناموں سے بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں علم حدیث کے موضوع پر بھی مفید بحث ملتی ہے۔ یہ دو مرتبہ چھپ چکی ہے آخری مرتبہ لاہور سے چھپی ہے۔[۱]

(۹) التعلیقات علی صحیح البخاری (حل صحیح البخاری)

یہ شرح مولانا امجد علی لطف اللہ انصاری سہارنپوری (۱۲۹۷ھ) تلمیذ مولانا محمد اسحاق دہلوی نے لکھی ہے۔ انھوں نے مولانا نذیر حسین دہلوی کے قدیم نسخہ، بخاری شریف کو بنیاد بنا کر ایک صحیح نسخہ بخاری شریف کا ترتیب دیا اور اپنی تعلیقات کے ساتھ کمال اہتمام سے شائع کرایا۔ اس شرح کی تکمیل ۱۳۰۵ھ میں ہوئی۔

اس شرح میں انھوں نے مولانا نذیر حسین دہلوی کے نسخہ قدیم پر موجود شرح بخاری سے متعلق مفید اور اہم حواشی سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے۔ مولانا احمد علی صاحب نے حاشیہ کا ایک اچھا مقدمہ بھی لکھا ہے۔ فن حدیث کے اصول کے علاوہ صحیح بخاری کے متعلق بہت سی مفید باتیں بھی لکھی گئی ہیں۔ بقول مولانا عبد السلام صاحب اس کتاب کے مقدمے کا بیشتر حصہ مقدمہ فتح الباری اور مقدمہ قسطلانی سے ماخوذ ہے اور بعض مضامین شاہ ولی اللہ

---

[۱] نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۴۴، حیدرآباد ۱۹۱۰ء

صاحب کے تراجم ابواب البخاری سے لیے گئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود کتاب کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا[1] حال میں یہ تعلیقات صحیح بخاری کے متن کے ساتھ مقدمہ صحیح البخاری کے نام سے مطبع رشیدیہ، دہلی سے شائع ہوئی ہے۔

(۱۰) تحفۃ القاری بحل مشکلات البخاری

یہ شرح مولانا ادریس کاندھلوی تلمیذ علامہ انورشاہ کشمیری نے ۱۳۶۷ھ میں مکمل کی۔ یہ کتاب پاکستان سے بھی شائع ہوئی ہے۔ مولانا ادریس کاندھلوی کی ایک دوسری شرح "التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح" چار جلدوں میں بلاد عرب میں چھپ چکی ہے۔ اور آپ کو اس کتاب کے ذریعہ عالمی شہرت نصیب ہوئی[2]

(۱۱) نبراس الساری فی اطراف البخاری

مولانا ابوسعید محمد عبدالعزیز حنفی (۱۳۵۹ھ) کی تصنیف ہے۔ آپ کا سلسلۂ تلمذ شیخ محمودالحسن اور شیخ رشید احمد گنگوہی سے مل جاتا ہے۔ اس شرح میں امام بخاری نے ایک حدیث کا جن جن مقامات پر ذکر کیا ان سب کا بیان ہے۔ "جمع طرق الحدیث" کے لحاظ سے یہ ایک اہم اور مفید کتاب ہے[3] یہ کتاب کریمی پریس لاہور سے ۱۳۷۵ھ میں شائع ہوچکی ہے۔

---

[1] سیرۃ البخاری ج ۲ ص ۴ [2] مقدمہ لامع الدراری ص ۱۲۹ [3] ایضاً ص ۱۵۰